خبرِ واحد اور قیاس کا باہمی اختلاف: حنفی فکر کی تفہیم

Contradiction between Khabar-e-Wahid and Qiyas: An understanding of Hanafi School of thoughts

Dr. Muhammad Suliman Asadi
Asst. Prof. Department of Islamic Studies,
Govt. Graduate College, Laiya.
drmsulaman@gmail.com

Abstract
It is generally attributed to the Hanafi Aimmah that the Khabar e Wahid does not have the status in terms of authority. Although the statement among the Muhadditheen that the Khabar e Wahid is an authentic and reliable report, it should be necessary to follow it. This is the reason why in case of conflict between Khabar e Wahid and Qiyas, the Qiyas are given absolute priority by abandoning the tradition. However, the Qiyas is given absolute priority over the Khabr e Wahid, it is not a real and correct view of Hanafi Ammah, because the arguments and scholarly statements of Hanafi Aimmah are absolutely clear, and those statements describe this aspect. They are that if there is evidence of the validity of the tradition, it would be followed according to the tradition and counter-inferences will be made. Yes, of course, this aspect is because the scope and implementation of the Khabar e Wahid with the Hanafi Aimmah are different from the perspective of the Muhadditheen. So, this article highlights these details with the statements of different Hanafi Aimmah and explains the thoughts of Hanafi Aimmah in the way of contradiction between Khabr e Wahid and Qiyas.
Keywords: Hanafi Aimmah, Khabr e Wahid, Muhadditheen, Priority, Qiyas, Scope and Implementation, Validity

ائمہ احنافؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ حنفی اہل علم کے ہاں خبر واحد کی وہ حیثیت نہیں ہے جو ہونی چاہیے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خبر واحد اور قیاس میں معارضہ کی صورت میں روایت کو ترک کر کے قیاس کو مطلق ترجیح دی جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقتِ حال کے اعتبار سے خبر واحد پر قیاس کو مطلق ترجیح دینے کی نسبت ائمہ احنافؒ کی طرف درست نہیں ہے اور اس نکتہ اعتراض کی نفی میں ائمہ احنافؒ کے مستدلات اور علمی

عبارات واضح ہیں اور وہ عبارات اس پہلو کو بیان کرتی ہیں کہ روایت کی صحت پر قرائن موجود ہونے پر روایت کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اس کے معارض قیاس موجود ہونے پر رد کیا جائے گا۔ اسی نکتہ کو امام سرخسیؒ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں قیاس خبر واحد کے معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی بنیاد پر ہم نے اس خبر واحد کو اختیار کیا ہے جو نماز میں قہقہہ لگانے پر وضو کو واجب کرتی ہے اور یہاں قیاس کو ترک کر دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کھجور کی نبیذ سے وضو کرنے سے متعلق خبر واحد کو اختیار کیا ہے اور جب کہ قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر خبر واحد علم قطعی کو لازم نہیں کرتی، سو وہ جو اس سے کم ہے وہ بطریق اولیٰ (علم قطعی کو لازم نہیں کرے گی)[1]۔

ائمہ احنافؒ کے ہاں خبر واحد کا دائرہ محدثین کرامؒ کے زاویہ فکر سے مختلف ہے اور البتہ روایت کے ظنی حکم ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ ائمہ احنافؒ کا بنیادی نقطہ نظر یہی ہے کہ جب بھی کسی روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ خبر واحد کی صحت پر سند کے علاوہ درایتی قرائن جیسا کہ کبار صحابہ کا تعامل، آثار صحابہ سے تائید اور مراسیل کے پایا جانا ہے۔

متقدمین ائمہ احنافؒ کی کتابوں میں اس کی بہ کثرت مثالیں اور نظائر موجود ہیں۔ مثلاً ائمہ احنافؒ کے ہاں نماز کی حالت میں قہقہہ لگانے سے نماز اور وضو دونوں کا اعادہ لازم ہو جاتا ہے حالانکہ رائے اور قیاس وضو کے اعادہ کی نفی کرتے ہیں تاہم روایت کے صحیح ہونے پر خارجی قرائن موجود ہیں۔ اس لیے روایت ہی کے مطابق عمل کرنا لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس فقہی جزئی کے بیان میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے اپنے شیخ امام ابو حنیفہ سے خصوصی استفسار اور مکالمہ بھی کیا ہے کہ قلت : لم کان الضحک عندک ہکذا، والضحک والکلام فی القیاس سواء ؟ قال: اجل، ولکنی اخذت فی الضحک بالاثر الذی جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[2] ۔

---

1 سرخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل (م490ھ)، اصول السرخسی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993ء)، فصل فی بیان حکم العام اذا خص منہ شیئ، ج1ص144۔

2 شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (م189ھ)، کتاب الاصل بتحقیق دکتور محمد بوینو کالن، (مردان: مکتبۃ الاحرار م، 2012ء)، ج1ص166۔ (اس نوع کی بعض مثالیں مولانا محمد عمار خان ناصر نے اپنی کتاب "فقہائے احناف اور فہم حدیث: اصولی مباحث"، کی فصل 'احادیث کو قیاس پر ترجیح دینے کے نظائر' میں درج کی ہیں۔)

"میں نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک ہنسنے پر یہ حکم کیونکر ہے؟ حالانکہ قیاس کی رو سے ہنسنے اور کلام میں ایک حکم ہونا چاہیے۔ (یعنی صرف نماز کا اعادہ) آپ [امام ابو حنیفہ] نے کہا کہ ہاں، اور لیکن میں نے ہنسنے سے متعلق اس روایت کو اختیار کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔"

مستزاد یہ کہ ائمہ احناف ؒ کے ہاں مرسل روایت کی صحت کا یقینی ہونے پر اس کے مقابل قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابو محمد علی بن زکریا منبجی ائمہ احناف ؒ کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کی ایک قسم ہے جسے ہم نے قبول کیا ہے اور اس پر عمل کو واجب قرار دیا ہے اور اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے اور جب کہ ہمارے علاوہ دیگر جو حدیث کا پیروکار ہونے کے دعوی دار ہیں، اس پر عمل نہیں کیا اور اس کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل کیا ہے اور جن لوگوں نے مرسل احادیث پر عمل کرنا ترک کیا، در حقیقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی روایات کو چھوڑ دیا ہے[3]۔

اسی طرح ابو محمد علی بن زکریا منبجی نے دوسرے مقام حدیث قہقہہ کے ضمن میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب نے مذکورہ حدیث کی پیروی میں منفرد موقف اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا ہے اور یہ ان کے حق میں واضح شہادت ہے کہ وہ حدیث کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں اور سب لوگوں سے بڑھ کر حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں[4]۔

لہذا ائمہ احناف ؒ کی طرف خبر واحد پر قیاس کو مطلق ترجیح دینے کی نسبت کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ حنفی فکر کے ارتقا میں یہی نقطہ نظر رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ سے براہِ راست استفادہ کرنے والے تلامذہ بالخصوص قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی کی تصانیف میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور معروف حنفی اصولیین میں امام کرخی اور امام ابو بکر جصاص کی رائے بھی یہی موجود ہے۔ البتہ ان دونوں حنفی اصولیین کے معاصر حنفی اصولی عیسیٰ بن ابان ؒ نے خبر واحد اور قیاس کے معارضہ کی صورت میں خبر واحد کی صحت کو یقینی بنانے کے لیے راوی کے لیے فقاہت و عدالت کی شرائط کا التزام کیا ہے۔ چنانچہ اس بارے

---

3 ابو محمد علی بن زکریا منبجی، (م686ھ)، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، (پشاور: المکتبۃ الحقانیۃ، 1994ء)، ج1 ص82۔

4 ایضاً، ج1 ص117۔

میں علامہ نسفیؒ نقل کرتے ہیں کہ راوی کے لیے فقاہت اور عدالت میں معروف ہونے کی یہ تفریق وتمیز عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے اور متاخرین کی اکثریت نے ان کی پیروی کی ہے اور جب کہ امام کرخی اور وہ ہمارے اصحاب جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے، ان کے ہاں قیاس پر حدیث کے مقدم ہونے کے لیے فقہ راوی شرط نہیں ہے بلکہ ہر عادل راوی کی خبر قیاس پر مقدم ہے جب کہ وہ کتاب اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو[5]۔

حنفی ذخیرہ کتب سے پتہ چلتا ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنے اور بالخصوص قیاس سے معارضہ ہونے کی صورت میں حنفی متقدمین فقہا واصولیین کی آرا میں بتدریج ارتقا ہوا ہے اور بعد ازاں اس ضمن میں ان اہل علم کی بعض فکری آرا میں اختلاف بھی منظر عام پر نقل ہوا ہے اور اس اعتبار سے یہ بحث تفصیل کا تقاضا کرتی ہے۔ ذیل کی سطور میں حنفی اہل علم کی آرا کو نقل کیا جاتا ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی رائے:

خبر واحد کو جب ثقہ اور عادل راوی سے روایت کرے تو قیاس پر اس کو ترجیح حاصل ہو گی۔ اس رائے کی نسبت امام ابو حنیفہ، امام کرخی، اور امام ابو بکر جصاص کی طرف کی جاتی ہے[6]۔

چنانچہ امام جصاص خبر واحد کا قیاس سے معارضہ کی صورتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اخبار آحاد کے تین درجات ہیں۔ ایک یہ کہ جس کا نقل کرنے والا عادل ہو، تحملِ علم، ضبط اور اتقان میں معروف ہو، سلف سے اس کی کسی روایت کے بارے میں کوئی انکار موجود نہ ہو، ایسے راوی کی روایت مقبول ہو گی سوائے اس کے کہ کتاب اللہ اور سنت ثابتہ معارض آجائے اور قیاس کی وجہ سے اس کو رد نہیں کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس کو ایسا راوی بیان کرے جو ضبط اور اتقان میں معروف نہ ہو اور نہ تحملِ علم کے اعتبار

5 نسفی، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی، (م 710ھ)، کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد)، ج2ص32۔

6 محمد امین المعروف بامیر بادشاہ، تیسر التحریر، (مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، 1351ھ)، ج3ص116۔/ نسفی، کشف الاسرار شرح المنار، ج2ص32۔

سے مشہور ہے مگر یہ کہ ثقہ لوگوں نے اس سے روایت کیا ہے۔ پس ثقہ لوگوں کا اس سے روایت کرنا اس راوی کی عدالت کی گواہی دینا ہے۔ ایسے راوی کی خبر مقبول ہے جب تک کہ اس کے خلاف قیاس نہ آجائے۔ ایسی صورت میں اس کو رد اور قبول کرنا اجتہاد سے وابستہ ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ روایت کو نقل کرنے والا معروف ہو، البتہ اس کی روایت میں سلف نے شک ظاہر کیا ہے اور اس کے صحیح نہ ہونے کا الزام لگایا ہے، تو ایسے راوی کی روایت مقبول ہو گی جب تک سابقہ اصول (قرآن و سنت مشہورہ) کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی اس سے قیاس معارض ہو۔ پس جب اس کے مخالف قیاس ہوئی تو پھر اجتہاد اسے قیاس کی وجہ سے رد کرنے کو جائز قرار دے گا[7]۔

ان اہل علم کے ہاں اس کی بعض وجوہ بیان ہوئی ہیں مثلاً امام ابو بکر جصاصؒ خبر واحد کی قیاس پر مطلق تقدیم کی بعض وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خبر واحد کو جب ایسا عادل و ثقہ راوی بیان کرے جس کی روایات کے بارے میں سلف سے کوئی انکار نقل نہیں ہوا تو اس کے قیاس پر مقدم ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں جو ہم نے بینات اور ہدایت نازل کی"۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: اور جب اللہ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہو گا اور انہیں پوشیدہ رکھنا نہ ہو گا"۔ اس کا قبول کرنا لازم ہے جب کہ راوی عادل و ضابط ہو۔ اس لیے کہ غیر عادل کی روایت کو قبول نہ کرنے کے بارے میں دلیل موجود ہے۔ جب ایسا ہی ہے تو اس کو قیاس کی وجہ سے رد کرنا جائز نہیں ہے۔ مزید یہ کہ قیاس کا اعتبار کیے بغیر، اس کو قبول کرنے اور اس کے ساتھ حکم لگانے کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[8]۔

---

7 جصاص، ابو بکر احمد بن علی (م 370ھ)، الفصول فی الاصول، (الکویت: وزارۃ الاوقاف والشوون الاسلامیۃ، 1994ھ)، باب القول فی اعتبار احوال الرواۃ فی اخبار الآحاد، ج 3 ص 135-136۔

8 ایضاً، فصل فی الدلالۃ علی الصحیح بما قسمنا علیہ اخبار الآحاد، ج 3 ص 140۔ / ابن امیر الحاج الحلبی، (م 879ھ)، التقریر والتحبیر، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، ج 2 ص 298۔

۲۔ بعض دفعہ صحابہ کرامؓ قیاس کے مطابق قول کرتے پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر واحد روایت ہونے پر ترک کر دیتے تھے جیسا کہ حضرت عمر کا حمل بن مالک کی روایت کو قبول کرنا ہے اور اپنی رائے کو ترک کرنا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدینؓ کو جب بھی دین کے کسی حکم میں کوئی صورت درپیش ہوتی تو وہ صحابہ کرامؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بارے میں پوچھتے تھے اور قیاس کی طرف تجاوز نہیں کرتے تھے سوائے سنت کے موجود نہ ہونے کے بعد۔ یہ سب خبر واحد کا قیاس پر مقدم ہونے کی دلیل ہے[9]۔

۳۔ ایک اور پہلو سے: کہ مخبر جب عادل و ضابط ہے، نفس اس کی خبر سے اطمینان پاتا ہے۔ پس وہ ہمیں کہتا ہے کہ حکم کے بارے میں یہ نص ہے اور جب کہ قیاس کرنے والے کے لیے اس کا دعوی ممکن نہیں ہے[10]۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو اس تاریخی واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت معاذؓ کے بیان میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کی ایک قسم قیاس پر مقدم خیال کرنے کو درست قرار دیا[11]۔

۵۔ صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ روایت کے پائے جانے پر انہوں نے اجتہاد کو ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؓ انگلیوں کے منافع مختلف ہونے پر ان کی دیت بارے فرق کیے کرتے تھے لیکن جب انہیں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے انگلیوں کی دیت کے برابر ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کی تو حضرت عمرؓ نے قیاس کو چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوا تھا، اس پر کسی نے بھی انکار نہیں کیا تھا[12]۔

---

9 جصاص، الفصول فی الاصول، فصل فی الدلالۃ علی الصحیح بما قسمنا علیہ اخبار الآحاد، ج3ص140۔

10 محولہ بالا۔

11 ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی، الامام، (م 275ھ)، سنن، (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، 1999ء)، کتاب الاقضیۃ، رقم 3592۔ / امیر بادشاہ، تیسیر التحریر، ج3ص118۔

12 ابو داود، سنن، کتاب الدیات، باب دیات الاعضا، رقم الحدیث: 4556۔ / امیر بادشاہ، تیسیر التحریر، ج3ص117۔

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں خطا کا احتمال نہیں ہے اور البتہ نقل کے ذریعہ میں شبہ موجود ہے۔ لہٰذ اجب شبہ دور ہو جائے تو پھر یقینی طور پر وہ حجت بن جائے گی[13]۔

دوسری رائے:

جمہور حنفی اصولیینؒ بالخصوص عیسیٰ بن ابان ، دبوسی، بزدوی، سرخسی، نسفی ، عبدالعزیز بخاری، صدرالشریعہ، تفتازانی، ابن نجیم وغیرہم کی رائے ہے کہ خبر واحد اپنی اصل اور مرتبہ میں ثبوتِ حکم کے لحاظ سے حجت ہے اور قیاس سے بڑھ کر ہے۔ البتہ ان اہل علم کے ہاں خبر واحد کا دیگر نصوص شرعیہ بالخصوص قیاس سے معارضہ ہونے کی صورت میں ترجیح و تطبیق کے کچھ اصول و معیارات ہیں اور یہ اصول و معیارات در حقیقت روایت کی صحت و عدمِ صحت سے متعلق امکانات واحتمالات کا تعین کرنا ہے۔ لہٰذا ان اہل علم کے ہاں جہاں روایت کی صحت کا اطمینان مضبوط ہو جاتا ہے وہاں خبر واحد کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے اور جہاں روایت کی صحت کا یقین مضبوط نہ ہو وہاں خبر واحد کو قیاس کے مقابلہ میں ترک کر دیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں خبر واحد اور قیاس کے معارضہ کی ان اہل علم حضرات کے ہاں تین صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں:

ا۔ اگر روایت قیاس صحیح کے خلاف نقل ہوتی ہے تاہم راوی عدالت، حسن ضبط وحفظ میں معروف ہونے کے ساتھ فقاہت کی خوبی سے متصف ہے تو ایسے راوی کی روایت کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ قیاس صحیح کے خلاف ہے۔ اس بارے میں امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے ہاں راوی دو قسم کے ہیں۔ معروف اور مجہول۔ معروف کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جو فقہ اور اجتہادی رائے میں معروف ہے اور دوسری قسم جو راوی اپنی عدالت ، حسن ضبط اور حفظ میں معروف ہے اور لیکن اس میں فقاہت کم ہے تو اس پہلی قسم جیسے خلفائے راشدین، عبادلہ [عبداللہ نام کے چار صحابہ] ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام جو فقہ میں مشہور ہیں، ان کی روایت حجت ہے۔ ان کی روایت گمان

---

13 بخاری ، علاو الدین عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری،(م 730ھ)، کشف الاسرار عن اصول فخرالاسلام البزدوی، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1997ء)، ج2ص378۔ / نسفی، کشف الاسرار، ج2ص25۔

غالب کی رو سے درجہ یقین تک پہنچانے والی ہوتی ہے اور وجوب عمل کو لازم کرتی ہے خواہ وہ روایت موافق قیاس یا مخالف قیاس ہے۔ پس اگر تو موافق قیاس ہے تو اس سے تائید ہوئی اور اگر مخالف قیاس ہے تو پھر قیاس کو ترک کیا جائے گا اور روایت پر عمل کیا جائے گا[14]۔

علامہ بزدویؒ نے بھی یہی رائے بیان کی ہے کہ روایت میں معروف صحابہ کرام جیسے حضرات خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ الاشعری، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ جو فقہ اور فہم میں مشہور ہیں ان کی روایت قیاس کے موافق ہو یا مخالف حجت ہے۔ پس اگر موافق ہوئی تو قیاس سے تائید ہوئی اور اگر مخالف ہوئی تو اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جائے گا[15]۔

اسی مفہوم میں علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ راوی اگر فقہ اور اجتہاد میں معروف ہے جیسے خلفائے راشدین اور عبادلہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو ان کی حدیث حجت ہے اور اس بنیاد پر قیاس کو ترک کیا جائے گا[16]۔

۲۔ اور اگر راوی عدالت، حسن ضبط اور حفظ سے متصف ہے لیکن فقاہت میں معروف نہیں ہے تو ایسی صورت میں روایت قیاس کے موافق ہے تو معتبر ہے اور بصورت دیگر اگر روایت مخالفِ قیاس ہونے کے باوجود اسے تلقی بالقبول حاصل ہے تو پھر بھی قبول کی جائے گی اور اس کے علاوہ صورت میں قیاس صحیح ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ وہ راوی جو عدالت، ضبط اور حفظ میں معروف ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک اور ان کے علاوہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت میں مشہور ہے اور آپ علیہ السلام سے حضر و سفر میں ایک طویل مدت تک سماع موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ صحابہ کرام اور مابعد حضرات کے ہاں ایسے راوی کی روایات کا قیاس سے معارضہ مشہور ہے اور انہوں نے

---

14 سرخسی، اصول السرخسی، فصل فی اقسام الرواۃ الذین یکون خبرھم حجۃ، ج1 ص338۔

15 بزدوی، ابوالحسن علی بن محمد (م482ھ)، کنزالوصول الی معرفۃ الاصول، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1997ء)، باب تقسیم الراوی الذی جعل خبرہ حجۃ، ص158-159۔

16 نسفی، کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، ج2 ص20۔

قیاس کی وجہ سے اس راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا ہے۔ پس ہم نے اس ضمن میں کہا ہے: ایسے راوی کی روایت قیاس کے موافق ہونے پر معمول بہ ہو گی اور جو قیاس کے مخالف ہوئی، پس اگر امت کے ہاں اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے تو بھی معمول بہ ہو گی، بصورت دیگر قیاس صحیح ہی شرعی طور پر ان کی روایات پر مقدم ہو گی، تاکہ شرع میں رائے اور اجتہاد کا انسداد ہونا لازم نہ آئے[17]۔

علامہ دبوسیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا راوی جو فقاہت میں معروف نہیں ہے لیکن وہ عدالت اور ضبط میں معروف ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالکؓ، اگر ان کی روایت قیاس کے مطابق ہوئی تو عمل کیا جائے گا اور اگر خلافِ قیاس ہوئی تو پھر بھی روایت کو ترک نہیں کیا جائے گا سوائے ضرورت اور اجتہاد کے باب کا انسداد لازم آنے پر[18]۔

اسی تناظر میں ابوزید دبوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر راوی فقاہت، رائے اور اجتہادی صلاحیت رکھتا ہے تو ایسے راوی کی روایت کے معارض قیاس کو رد کیا جائے گا اور اگر راوی فقاہت اور رائے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خلافِ قیاس ہونے پر ایسے راوی کی روایت کو رد کیا جائے گا[19]۔

۳۔ اور اگر روایت ایسے راوی سے نقل ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طولِ صحبت کے اعتبار سے مشہور و معروف نہیں تو ایسے راوی کی روایت خلاف قیاس ہونے کی صورت میں قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے معقل بن سنانؓ کی بروع بنت واشق الاشجعیہ سے متعلق روایت کو قیاس کے موافق سمجھتے ہوئے قبول کیا اور جب کہ حضرت علیؓ کے ہاں خلافِ قیاس ہونے پر روایت کو رد کر دیا گیا تھا[20]۔

---

17 سرخسی، اصول السرخسی، فصل فی اقسام الرواۃ الذین یکون خبرھم حجۃ، ج1ص338-341۔

18 بزدوی، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، باب تقسیم الراوی الذی جعل خبرہ حجۃ، ص159۔

19 دبوسی، ابوزید عبیداللہ بن عمر (م430ھ)، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء)، باب القول فی اقسام الرواۃ الذین تقبل روایتہم، ص180۔

20 جصاص، الفصول فی الاصول، ج3ص135۔ / سرخسی، اصول السرخسی، ج1ص343۔ / دبوسی، تقدیم الادلۃ، ص182۔ / نسفی، کشف الاسرار شرح المنار، ج2ص28۔

خبر واحد اور قیاس کا معارضہ ہونے کی صورت میں ان اہل علم کے ہاں راوی کے معروف و مجہول ہونے کے ساتھ فقیہ و غیر فقیہ کی امتیازی صفات واحوال کو مرکزی نکتہ اور بنیادی حیثیت دینے کی بعض وجوہ نقل کی جاتی ہیں مثلاً

ا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے اصل کے اعتبار سے خبر واحد کو حجت قرار دیا ہے تاہم ان کا عمل اسی پہلو کی طرف راہ نمائی کرتا ہے کہ انہوں نے مخصوص راوی سے مروی خبر واحد کو قیاس کے مقابلہ میں ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث 'توضوا مما مست النار "سنی تو فرمایا: لو توضات بماء سخن اکنت نتوضا منہ ۔اسی طرح حضرت عائشہ نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا:'ان ولد الزنا شر الثلاثۃ 'تو فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ یہاں نصوص پر قیاس کی بنیاد پر روایات کو اعتراض اٹھایا گیا۔ اور بظاہر ان واقعات سے جو قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کے گمان کے مطابق حضرت ابو ہریرہ روایت کا صحیح فہم اور ادراک نہیں کر پائے جس کی وجہ سے الجھن پیدا ہوئی ہے[21]۔

۲۔ قیاس کی حجیت پر سلف صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور یہاں پر خبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتصال میں انقطاع کا شبہ ہے اور جب کہ قیاس سے ثابت شدہ حکم اجماع سے ثابت شدہ حکم ہے۔ لہذا اجماع سے ثابت شدہ حکم خبر واحد سے ثابت شدہ حکم کے مقابلہ میں اقوی ہو گا[22]۔ اس لحاظ سے بھی قیاس کو برتری حاصل ہے کہ خبر واحد کے راوی میں سہو اور کذب کا احتمال موجود ہے جب کہ قیاس میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

۳۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مقصد قیاس کو روایت پر مطلق ترجیح نہیں۔ اس لیے کہ حدیث صاحب شرع کی طرف نسبت کی وجہ سے افضل اور بڑھ کر ہے۔ البتہ اس میں یہ امکان بھی موجود ہے کہ شاید راوی نے 'جوامع الکلم' کو اپنی فہم کے مطابق بیان کر دیا ہے اور جس سے مدعا اور مراد کا درست انتقال نہیں ہوا ۔ مزید یہ کہ عارضہ خارجی کے اعتبار سے اجتہاد اور رائے کا انسداد لازم آ رہا ہے لہذا ایسی صورت میں قیاس صحیح کا اعتبار ہو گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ روایت بالمعنی کا طریقہ ان کے ہاں عام تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے تمام اسرار کو سمجھنا بہر حال کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ آپ کو، خود آپ کے

---

21 سرخسی، اصول السرخسی، ج3ص340۔

22 عبد العزیز بخاری، کشف الاسرار، ج2ص378۔ / نسفی، کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، ج2ص25۔

ارشاد کے مطابق، جوامع الکلم عطا کیے گئے تھے۔ اب یہ معلوم ہے کہ بالمعنی روایت کرنے والا اپنے فہم کے مطابق ہی روایت کرے گا اور اگر وہ صحیح طریقے سے بات کو نہیں سمجھ سکا تو متکلم کا منشا اس سے او جھل رہ جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ناقل سوء فہم سے جو بات کہے گا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے درست فہم سے بہت مختلف ہو گی۔ اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جب کسی روایت کے ماننے سے رائے کا باب بالکل بند ہو تا ہو اور ہر پہلو سے واضح ہو جائے کہ وہ قیاس صحیح کے مخالف ہے تو اس کو چھوڑنا لازم ہے کیونکہ قیاس صحیح کا حجت ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے تو جو بات ہر پہلو سے قیاس صحیح کے خلاف ہو گی، وہ دراصل کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہو گی[23]۔

ائمہ احنافؒ کی کتابوں میں اس پہلو سے نظائر بھی موجود ہیں کہ راوی کے معروف اور فقیہ ہونے پر خبر واحد کو قیاس پر ترجیح حاصل رہی ہے مثلاً ائمہ احناف کے ہاں اگر کسی مفرد حج کرنے والا نے یوم نحر کو جمرہ عقبہ کی رمی کر لی اور پھر اپنے بالوں کا حلق بھی کر لیا تاہم اس نے طوافِ افاضہ نہیں کیا تو ایسی صورت میں اس کے عورت کے علاوہ سب امور حلال ہوں گے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رمیتم و حلقتم و ذبحتم فقد حل لکم الطیب والثیاب وکل شی ء الا النساء[24]۔

"جب تم نے رمی کر لی، حلق کرالیا، اور قربانی ذبح کر دی تو تمہارے لیے خوشبو، کپڑے اور ہر چیز حلال ہے سوائے عورت کے۔"

جب کہ مالکی اہل علم کے ہاں اس موقع پر خوشبو کی بھی اجازت نہیں ہے اور وہ قبلہ اور لمس جیسے دواعی جماع پر قیاس کرتے ہیں[25]۔ تاہم ائمہ احنافؒ کے ہاں یہاں خبر واحد کو نقل کرنے والی سیدہ عائشہ جو عدالت و فقاہت میں معروف ہیں، لہذا یہاں پر خبر واحد کو قبول اور قیاس کو ترک کیا جائے گا[26]۔

تیسری رائے:

23 سرخسی، اصول سرخسی، ج1ص341۔

24 ابن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، (م 241ھ)، المسند، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1994ء)، مسند عائشہ، رقم الحدیث:25103۔

25 شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن طرابلسی، مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل، ج3ص130۔

26 زیلعی، فخرالدین عثمان بن علی زیلعی، (م 743ھ)، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، (مصر: المطبعۃ الکبری، 1313ھ)، ج2ص32۔

خبر واحد اور قیاس میں معارضہ ہونے کی صورت میں بعض متاخرین حنفیہ نفسِ قیاس کے وجود اور ثبوت کے لیے علت کو راجح اور مرجوح کا معیار گردانتے ہیں۔ چنانچہ ان اہل علم کے ہاں اگر خبر واحد کا معارضہ کسی ایسے قیاس سے ہے جس کی علت کا ثبوت کسی نص سے ہے، ایسی صورت میں قیاس کو خبر واحد پر ترجیح حاصل ہو گی اور اگر خبر واحد کا معارضہ کسی ایسے قیاس سے ہو جس کی علت کا استنباط کسی مرجوح نص یا پھر مساوی نص سے ہے تو پھر خبر واحد کو ترجیح حاصل رہے گی اور اگر خبر واحد کا معارضہ ایسے قیاس سے ہے جس کی علت ظنی ہے، پھر توقف کیا جائے گا۔ اس رائے کے قائلین میں ابن ہمام، ابن امیر الحاج اور امیر بادشاہ شامل ہیں[27]۔

ان اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ جب قیاس کی علت نص سے ہے ایسی صورت میں قیاس کو خبر واحد پر ترجیح دینا درحقیقت نص کی بنیاد پر ہے۔لہذا علت پر نص گویا کہ فرع میں حکم پر نص ہے[28]۔

خلاصہ بحث کے اہم نکات:

۱۔ خبر واحد ائمہ احنافؒ کے ہاں حجت ہے اور البتہ اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ خبر واحد کی صحت کا یقین ہونے کی صورت میں متقدمین ائمہ احنافؒ کے ہاں خبر واحد کو ترجیح حاصل ہو گی۔ روایت خواہ قیاس سے معارض ہے یا موافق۔

۳۔ متقدمین حنفی اصولیین کے ہاں بھی خبر واحد کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے جب کہ اس کی صحت کے بارے میں قرائن سے یقین حاصل ہو جائے۔ اور البتہ صحت پر قرائن واحوال کی پوری دلالت نہ ہونے پر خبر واحد کا دائرہ استدلال متعین کیا جائے گا اور بعض صورتوں میں خبر واحد کو ترجیح اور بعض صورتوں میں قیاس کو خبر واحد پر ترجیح حاصل ہو گی۔

۴۔ متاخرین حنفی اصولیین کے ہاں بھی خبر واحد کو ہی ترجیح حاصل ہے البتہ تعارض کی صورت میں یہ اہل علم نفسِ قیاس کی حیثیت کو دیکھتے ہوئے ترجیح کے اصول متعین کرتے ہیں۔

---

27 ابن امیر الحاج الحلبی، التقریر والتحبیر، ج2ص298۔ / امیر بادشاہ، تیسر التحریر، ج3ص116۔

28 ابن امیر، التقریر والتحبیر، ج2ص302۔ / امیر بادشاہ، تیسر التحریر، ج3ص120۔